اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ لا وَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:11)

وقال اللہ تعالٰی فی مقام اخر

وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الاحقاف:19)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قدرت کا شاہکار:

انسان اللہ رب العزت کی قدرت کا شاہکار ہے یہ اس دنیا میں اللہ رب العزت کا نائب، اس کا خلیفہ اور اس کی صفات کا مظہر اتم ہے۔ اللہ رب العزت نے یہ ساری کائنات انسان کیلئے بنائی جبکہ انسان کو اللہ رب العزت نے اپنے لئے بنایا۔ چنانچہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ’’ان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للاخرۃ‘‘ کہ یہ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تمہیں آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے اسی مضمون کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
بحر و بر شمس و قمر ماہ و شا کے واسطے یہ جہاں ترے لئے ہے تو خدا کے واسطے

تو یہ سارا جہان اللہ رب العزت نے ہمارے لئے پیدا کیا اور ہمیں اس نے اپنی بندگی کیلئے پیدا کیا۔

مقصد زندگی:

انسان کو اس دنیا میں آخرت کی تیاری کیلئے بھیجا گیا ہے۔ اگر اللہ رب العزت چاہتا تو اپنے بندوں کو عالم ارواح میں ہی اپنا ولی بنا دیتا۔ لیکن اس پروردگار نے حصول ولایت کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا تا کہ

ہم یہاں پر محنت کریں اور اللہ رب العزت کا قرب حاصل کر سکیں۔

ولایت کے درجات:

ولایت کے دو درجے ہیں ایک ولایت عامہ ہے۔جس بندے نے بھی کلمہ پڑھا اس کو ولایت عامہ کا رتبہ مل گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:257) اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔ولایت کا یہ درجہ ہر کلمہ گو کو نصیب ہے اور ایک ولایت خاصہ ہوتی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کرنا پڑتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:62) جان لو کہ اللہ رب العزت کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی حزن ہوتا ہے۔خوف باہر کے ڈر کو کہتے ہیں اور حزن اندر کے غم کو کہتے ہیں یعنی نہ ان کو کوئی باہر کا ڈر ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اندر کا غم ہوتا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس:63) جو ایمان لائے اور انہوں نے تقویٰ کو اختیار کیا۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ (یونس:64) ان کے لئے دنیا اور آخرت میں بشارتیں اور مبارکیں ہیں۔

علم وعمل کی سعادتیں:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان تقویٰ کیسے اختیار کرے؟ اس کے لئے پہلا قدم علم کا حاصل کرنا ہے اور دوسرا قدم اس علم پر عمل کرنا ہے۔یہ دونوں بڑی نعمتیں ہیں۔دینا جہاں کی سعادتوں کی کنجیاں علم وعمل کے اندر ہیں۔قرآن مجید میں جہاں ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جن پر اللہ رب العزت نے خاص رحمتیں نازل کیں وہاں پر یہ بھی فرمادیا کہ یہ وہ لوگ ہیں

مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النسآء:69) جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ ان چار حضرات میں سے پہلے دو حضرات کی نسبت علم کے ساتھ زیادہ پکی ہے کیونکہ انبیائے کرام اللہ رب العزت کی طرف سے پیغام لے کر آئے اور صدیقین وہ ہیں جنھوں نے اس کی تصدیق کی۔ ان پر علم کی نسبت غالب ہے اور شہداء اور صالحین کی نسبت عمل کے ساتھ زیادہ پکی ہے اس آیت سے یہی معلوم ہوا کہ جہان کی سعادتیں علم و عمل کے اندر موجود ہیں۔

حصول علم کا فطری جذبہ:

علم حاصل کرنے کا جذبہ ہر انسان کے اندر فطرتاً موجود ہے۔ جس طرح ہر انسان کو فطرتاً بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے اور نیند آتی ہے کیونکہ یہ اس کے بدن کی ضرورتیں ہیں۔ اسی طرح علم حاصل کرنے کا جذبہ بھی ہر انسان کے اندر فطرتاً رکھ دیا گیا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر آپ سفر کر رہے ہوں اور راستے میں کوئی مجمع نظر آئے تو مجمع کو دیکھ کر ہر آدمی پوچھے گا، بھئی! یہاں کیا ہوا ہے؟ دیکھئے یہ جو دل میں اک جذبہ اٹھا کہ یہاں کیا ہوا ہے یہ اصل میں علم حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ اسی طرح کئی لوگوں کو اخبار پڑھنے کا شوق ہوتا ہے لہٰذا صبح اٹھتے ہی وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، سناؤ بھئی! کوئی نئی خبر ہے؟ یہ نئی خبر جاننے کا جذبہ دراصل علم حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔

اعضاء کی تقسیم:

انسان کے جسم میں مختلف اعضاء ہیں ان اعضاء کی تقسیم تین طرح سے ہے

(ا) کچھ اعضائے علم ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے جیسے آنکھ، کان، دماغ یہ سب ذرائع علم ہیں۔

(۲) کچھ اعضائے عمل ہوتے ہیں جیسے ہاتھ، پاؤں۔ ہاتھ اور پاؤں نے دماغ کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔

(۳) کچھ اعضائے مال ہوتے ہیں وہ کچھ چیزوں کے خزینے ہوتے ہیں جیسے انسان کا دل، پھیپھڑے اور معدہ وغیرہ

اللہ رب العزت کی تقسیم دیکھئے کہ ہاتھ اور پاؤں جن کو مزدور قسم کے اعضاء کہا جاسکتا ہے ان کو سب سے نیچے رکھا۔ جو اعضائے مال تھے ان کو درمیان میں رکھا اور اعضائے علم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے اوپر رکھا۔ یعنی انسان کے جسم میں علماء کی بستی سب سے اوپر بسائی گئی پھر اہل مال کی اور اس کے بعد اہل محنت کی بستی بسائی گئی۔ گویا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اعضائے علم کو شرافت بخشی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ ذرائع جو علم حاصل کرنے کا سبب بنتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو شرافت بخش رہے ہیں تو جو انسان خود عالم بن جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو کیسی شرافت بخشیں گے؟

طالب علم کی فضیلت:

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر نیت نیت ہو تو طالب علم سے افضل کوئی نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ **من کان فی طلب العلم کانت الجنۃ فی طلبه** جو انسان علم کی طلب میں ہوتا ہے جنت اس بندے کی طلب میں ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع**۔ جو شخص علم دین حاصل کرنے کیلئے نکلا وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مجاہدین اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلتے ہیں تو راستے میں ان کو

جو بھی تکالیف آتی ہیں اور مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اس کا ان کو اجر دیا جاتا ہے۔اسی طرح طالب علم جب گھر سے طلب دین کیلئے نکلتا ہے تو تو واپس آنے تک اس کا ہر ہر لمحہ اللہ کی راہ میں شمار ہوتا ہے۔ اور اسے گھر کے آرام وسکون کو خیر باد کہہ کر جو بھی مجاہدے کرنے پڑتے ہیں اس پر اجر ملے گا۔

عالم کی شان:

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اللہ رب العزت کسی عام بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی عالم سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے جنت میں شہر آباد کر دیا کرتے ہیں۔جیسے دنیا میں نوابوں کی اپنی اپنی ریاستیں ہوتی ہیں اسی طرح اللہ رب العزت جنت میں علماء کا اکرام فرماتے ہوئے ان کی بستیاں آباد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ علم حاصل کرنے والوں کو بڑی شان بخشتے ہیں۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ ڈنگروں اور جانوروں جیسی زندگی گزارا کرتے کیونکہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ العلم نور ''علم ایک نور ہے''۔گویا اللہ کے محبوب ﷺ نے العلم نور ارشاد فرما کر جہالت سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے حتیٰ کہ جب پہلی وحی اتری تو اس میں پہلا لفظ اِقْــــرَاْ اس کا مطلب ہے ''پڑھ'' یعنی اس امت کو اللہ رب العزت کی طرف سے جو پہلا پیغام ملا اس میں پڑھنے کی تلقین تھی۔پھر فرمایا اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (العلق:3) آپ پڑھئے اللہ رب العزت آپ کو عزتیں بخشنے والا ہے۔اس پیغام خداوندی سے علم کی اہمیت سامنے آتی ہے

عصری تعلیم اور دینی تعلیم:

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ علم دین حاصل کرے۔یاد رکھیں کہ ایک عصری علم ہے جو

سکولوں اور کالجوں میں حاصل کیا جاتا ہے۔وہ علم دنیا میں اچھی زندگی گزارنے کے لئے انسان کی ضرورت ہے۔اس سے انسان کو کام کرنے کے لئے اچھا شعبہ مل جاتا ہے،اچھا عہدہ مل سکتا ہے،انسان بزنس کرسکتا ہے اور دنیا کی مشکلات حل کرنے کے لئے مال کما سکتا ہے۔پس عصری تعلیم انسان کی ضرورت ہے۔اس کے برعکس علم دین انسان کیلئے مقصد کے درجے میں ہے۔یہ مقصد زندگی ہے کہ ہم علم حاصل کریں کیونکہ علم سے اللہ رب العزت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔فارسی میں کہتے ہے۔

بے علم نتواں خدارا شناخت

کہ بے علم آدمی اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا۔چونکہ علم دین مقصد زندگی ہے اس لئے اس کی عظمت بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو حکم دیا گیا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔پھر اس کے حصول کے لئے عمر کی بھی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔یہ بھی نہیں کہا گیا کہ تم لڑکپن میں علم حاصل کرو، یہ بھی نہیں کہا گیا کہ جوانی میں علم حاصل کرو۔نہیں، بلکہ فرمایا کہ اطلبو العلم من المھد الی اللحد تم علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک۔اس سے ثابت ہوا کہ انسان پوری زندگی طالب علم بن کر رہے۔اس لئے ہم نے پوری زندگی علم حاصل کرنا ہے اور آگے بڑھنا ہے۔

علم پر عمل:

علم اور عمل سے انسان کو اللہ رب العزت کے ہاں درجات ملتے ہیں۔شروع میں قرآن پاک کی دو آیتیں تلاوت کی گئیں۔پہلی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل علم کو درجات ملیں گے اور دوسری آیت سے

پتہ چلتا ہے کہ اہل عمل کو درجات ملیں گے۔ یعنی علم و عمل ہی وہ نسبتیں ہیں جن کی وجہ سے بندے کو درجات ملیں گے۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل علم کو درجات عطا کریں گے دوسری میں فرمایا کہ لوگ جتنا عمل کریں گے اتنے ہی ان کے درجے بڑھیں گے۔ حقیقت میں یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کے درجات بڑھتے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب بنتا ہے اس لئے ہمیں علم بھی حاصل کرنا ہے اور اس پر عمل بھی کرنا ہے۔ علم کے بغیر عمل نہیں ہوسکتا اور عمل کے بغیر علم بے کار ہے۔

دنیا کا سورج اور علم کا سورج:

اللہ رب العزت کے ہاں اہل علم کی بڑی شان ہے اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا **العلم نور** علم ایک روشنی ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ علم کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ افضل ہوتی ہے کیونکہ سورج تو کچھ حصے کیلئے چمکتا ہے پھر ڈوب جاتا ہے صرف دن کو روشنی دیتا ہے رات کو روشنی نہیں دیتا لیکن علم کا سورج دن کو بھی چمکتا ہے اور رات کو بھی چمکتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ اہل علم حضرات کی محفلیں راتوں کو بھی لگتی رہتی ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جن دنوں تحریک آزادی کیلئے کوششیں کر رہے تھے ان دنوں آپ کبھی رات کے ایک بجے جلسہ سے فارغ ہوکر واپس دارالعلوم آتے اور کبھی دو بجے آتے۔ اس لئے طلباء نے دارالعلوم دیوبند کے دربان کو کہا ہوا تھا کہ جب بھی حضرت تشریف لاتے ہیں تو وضو کر کے تہجّد کی نماز مسجد میں پڑھتے ہیں جیسے ہی وہ وضو کر کے نماز پڑھیں آپ ہمیں جگا دینا۔ جب حضرت سلام پھیرتے تو حدیث کے طلباء اپنی کتابیں لے کر حضرت کے پیچھے بیٹھ چکے ہوتے رات کے دو بجے درس حدیث ہوتا تھا اس وقت کے طلباء میں علم حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے چہرے پر ایسا نور ہوتا تھا کہ جب حضرت اوابین یا تہجّد کی نماز پڑھتے تو طلبا ستونوں یا دیواروں کے پیچھے سے حضرت کے چہرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ ان کے چہرے پر انوارات کی بارش برسایا کرتے تھے۔

عالم کی عابد پر فضیلت:

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو تم میں سے کسی عام آدمی پر مجھے کو حاصل ہے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجلس فقیہ خیر من عبادۃ ستین سنۃ فقیہ کی ایک مجلس اختیار کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے مثلاً تیمّم کرنے کا طریقہ سیکھنا علم کا ایک باب ہے۔ یہ سیکھنے پر بھی ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بھی زیادہ اجر ملتا ہے۔

جنت میں بھی علماء کی سرداری:

یہ بات یاد رکھیں کہ دنیا اور آخرت میں سرداری اہل علم ہی کی ہوگی۔ کنز العمال کی چوتھی جلد میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ جب لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کو جنت میں مزے اڑاتے ہوئے بڑا عرصہ گزر جائے گا تو اللہ رب العزت پوچھیں گے، اے میرے بندو! کیا اب بھی تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ وہ کہیں گے، اے اللہ! ہر چیز تو موجود ہے اور ہم مزے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اچھا، تم اپنے علماء سے پوچھو۔ چنانچہ جنتی لوگ علماء کی طرف رجوع کریں گے اور کہیں گے کہ پروردگار عالم نے یہ فرمایا ہے، اب آپ بتائیے۔ علماء فرمائیں گے، ہاں، پروردگار نے

وعدہ فرمایا تھا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ق:35) کہ تمہیں مزید بھی عطا کیا جائے گا، یعنی اپنا دیدار اور مشاہدہ نصیب کیا جائے گا، ابھی تک ہمیں جنت کی نعمتیں تو ملی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ لہٰذا علماء کا جواب سن کر جنتی فریاد کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔

علماء کی نیند بھی عبادت ہے

ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا، نوم العلماء عبادة کہ علماء کی نیند بھی عبادت ہے۔ یہ ایک عجیب سی بات لگتی ہے کہ علماء کی نیند بھی عبادت ہے مگر ایک مثال سے اس کو سمجھنا آسان ہوگا...... اگر آپ کسی لکڑی کے کاریگر کو کام کرنے کیلئے گھر لاتے ہیں وہ کاریگر لکڑی کاٹتا ہے اور کام شروع کر دیتا ہے اس دوران اس کی آری کند ہو جاتی ہے تو وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر آری کو تیز کر لیتا ہے۔ وہ جتنی دیر اپنے اوزار کو ٹھیک کرنے میں لگا رہا ہے اتنی دیر بھی اس کی اجرت میں شامل کی جائے گی۔ دنیا کا کوئی بندہ بھی اس کی اجرت نہیں کاٹتا...... جس طرح آج دنیا کسی مزدور کو اس کے اوزار درست کرنے کے وقت کی بھی مزدوری دیتی ہے اسی طرح اہل علم جب کام کر رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت کی بھی مزدوری دیتے ہیں اور جب ان کے جسم تھک جاتے ہیں اور وہ آرام کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس آرام کے وقت کو بھی مزدوری میں شامل فرما لیتے ہیں۔ سبحان اللہ جاگنے کی حالت میں ان کو اجر تو مل رہا ہوتا ہے اللہ رب العزت کی کیسی مہربانی ہوتی ہے کہ ان کو سو جانے پر بھی اجر مل رہا ہوتا ہے۔ گویا ان کا سونا بھی ''سونا'' بن جاتا ہے۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ علماء کرام کو جب سونے پر یہ اجر مل رہا ہوتا ہے تو ان کو جاگنے پر کیا اجر مل رہا ہوگا۔

عالم کی شہید پر فضیلت:

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ فضیلت پائے گی۔

Ink of Scholers is precious than the blood of morters

یہ بات بڑی عجیب نظر آتی ہے کہ اُدھر تو شہید کا خون ہے اور ادھر علماء کی سیاہی ہے، یہ بات ظاہر میں تو سمجھنا مشکل ہے مگر حقیقت میں اسمیں بہت حکمتیں ہیں۔علماء فرماتے ہیں کہ عالم کو شہید پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ عالم کی مثال ایسے ہے جیسے بادشاہ کا بیٹا ہو،اور شہید کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کا فوجی ہو۔تو یہ ہر بندہ جانتا ہے کہ شہزادے کو فوجی پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔علماء انبیاء کے وارث ہیں اور شہدا انبیاء کے سپاہی اور خادم ہیں جو دین کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیتے ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ وارث کو خادم پر فضیلت ہوا کرتی ہے۔

علماء اسکی دوسری حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ شہید جب شہید ہوتا ہے تو وہ اپنے خون سے زمین کو زینت بخش جاتا ہے،لیکن عالم جب علم کو پھیلاتا ہے تو اس کے علم سے انسان کو زینت نصیب ہوتی ہے کیونکہ اگر انسانوں کو علم نہ ملتا تو وہ پکّے جانور ہوتے، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہوتے۔گویا شہید جب شہید ہوتا ہے تو وہ اپنے خون سے زمین کو زینت بخش جاتا ہے اور جب عالم دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کی وجہ سے انسانوں کو زینت بخش جاتا ہے۔

تیسری حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ شہید جب شہید ہوتا ہے تو اس سے پہلے وہ کسی سے لڑ رہا ہوتا ہے ۔گویا وہ لڑنے کی وجہ سے اپنے مدمقابل کے قتل کے درپے ہوتا ہے کہ کافر کو واصل جہنّم کردوں۔لیکن کافر ان پر ایک ایسا کامیاب وار کرتا ہے کہ وہ شہید ہو جاتے ہیں۔لیکن عالم کا معاملہ اور ہے عالم خود بھی زندہ

ہوتا ہے اور جس کو علم دیتا ہے اس کو بھی زندہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا **الناس موتی** انسانوں کی مثال مردوں کی سی ہے لیکن **اهل العلم احیاء** اہل علم زندہ ہوتے ہیں۔

عالم کو شہید پر فضیلت حاصل ہونے کی چوتھی حکمت یہ بھی ہے کہ شہید جب شہید ہوتا ہے تو خود تو جنت میں چلا جاتا ہے لیکن جو اسے شہید کرتا ہے اس کے جہنّم میں جانے کا سبب بنتا ہے لیکن عالم کا معاملہ کچھ اور ہے عالم جو علم پڑھاتا ہے اس علم کے صدقے وہ خود بھی جنت میں جائے گا اور جس شاگرد کو وہ علم پڑھاتا ہے وہ اس کو بھی اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے روز محشر ایک عالم اور شہید پل صراط کے اوپر سے گزرنے لگیں گے۔ اس دوران شہید سے کہا جائیگا کہ **ادخلو الجنة** کہ جنت میں داخل ہو جا۔ تیرا گھر تیرے انتظار میں ہے لیکن جب عالم گزرنے لگے گا تو اس سے کہا جائیگا، **قف ھھنا واشفع لمن شئت** تو ادھر کھڑا ہو جا، تو شفاعت کر جس کی تو چاہتا ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں **فقام مقام الانبیاء** وہ اس وقت انبیاء کے مقام پر کھڑا ہو گا۔ جس طرح انبیاء نے اللہ کے بندوں کی شفاعت کی ہوگی عالم باعمل بھی اسی طرح اللہ کے بندوں کی شفاعت کرے گا۔

علمی سوال کی فضیلت:

اگر کسی سائل نے مجبور ہو کر روٹی کا سوال کیا اور گھر میں خاتون خانہ نے کوئی روٹی بنائی ہوئی تھی اس نے اپنی خادمہ یا کسی بچے کو روٹی دی کہ جا کر اس سائل کو دے دو۔ تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ وہ روٹی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ تین بندوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سب سے پہلا وہ شخص جس نے محنت کی تھی اور اس کے پیسے سے آٹا آیا تھا۔ دوسری وہ عورت جس نے اس آٹے سے روٹی بنائی تھی اور تیسری وہ

خادمہ یا کوئی بچہ جس نے وہ روٹی سائل تک پہنچائی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کی رحمت بھی کتنی بڑی ہے کہ جس نے اجر وثواب میں ہمارے خادموں کو بھی شامل فرما دیا ہے۔

ایک سائل علم کا سوال پوچھنے والا بھی ہوتا ہے۔حدیث مبارکہ میں آیا ہے شفاء العی السؤال کہ جہالت ایک بیماری ہے اور اس بیماری کی شفا سوال پوچھنے میں ہے۔ایک اور روایت میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا حسن السوال نصف العلم اچھا سوال پوچھنا آدھا علم ہے۔اور قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:43) اگر تم نہیں جانتے تو تم اہل علم سے پوچھو۔معلوم ہوا کہ شریعت میں علم کا سوال پوچھنا اللہ رب العزت کے ہاں ایک پسندیدہ عمل ہے۔البتہ سوال برائے سوال نہیں ہونا چاہیئے۔کئی دفعہ لوگ دوسروں کو تنگ کرنے کیلئے اور نیچا دکھانے کیلئے سوال کرتے ہیں ایسے سوالوں سے منع کیا گیا ہے۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المآئدہ:101) لٰہذا ہر بات کا سوال نہیں کر دینا چاہئے بلکہ وہ سوال پوچھنا چاہئے جو معیاری اور مثبت ہو اور علم حاصل کرنے کی نیت سے ہو۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے۔کہ العلم خزائن فسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یوجر فیه اربعة تم سوال پوچھا کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے، اس لئے کہ علم کا سوال پوچھنے پر چار قسم کے بندوں کی مغفرت ہوا کرتی ہے۔ السائل والمعلم والسامع والمحب لهم پہلا وہ بندہ جو سوال پوچھنے والا ہوتا ہے، دوسرا وہ شخص جو سوال کا جواب دے رہا ہوتا ہے، تیسرا وہ شخص جو پاس بیٹھا ہو اور ان دونوں کے سوال و جواب سن رہا ہو اور چوتھے وہ لوگ جو اس سائل اور معلّم سے محبّت کرنے والے اور ان کا تعاون

کرنے والے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں اللہ رب العزت محبّت کے صدقے ان کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ روٹی کا سوال کرنے پر تین بندوں کی مغفرت کا اور علم کا سوال کرنے پر چار بندوں کی مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہاں روٹی کے سوالی کیلئے مغفرت کا وعدہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس نے روٹی کی ضرورت بیان کی تھی اس لئے اسے روٹی کی صورت میں سوال کا بدلہ مل گیا۔لیکن علم کا سوال کرنے کی شان ہی کچھ اور ہے کہ سب سے پہلے سوال کرنے والے کی مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے، دوسرا وعدہ معلّم سے کیا گیا اور تیسرا وہ شخص جو اس محفل میں ان کے پاس بیٹھا ہو.... گویا جماعت میں سے سوال تو ایک طالب علم پوچھتا ہے لیکن جو طلباء پاس بیٹھ کر جواب سنتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اجر میں شامل فرمالیتے ہیں یہی نہیں کہ اب یہ سننے والے ہی اجر میں شامل ہیں بلکہ اس جماعت کو منعقد کرنے والے وہ معاونین اور مخیّر حضرات جو ان کے کھانے پینے اور پڑھنے پڑھانے کا انتظام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے محنت رکھنے کے سبب ان کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

حصول علم کیلئے مجاہدہ ضروری ہے:

ہمیں چاہئے کہ ہم علم حاصل کرنے میں تن من دھن کی بازی لگا دیں۔ یاد رکھئے کہ سچا پکا طالب علم وہ ہوتا ہے جو مدرسے کو اپنا وطن سمجھے اور کتاب کے کاغذ کو اپنا کفن سمجھے۔ دن رات اس کی یہی فکر ہو کہ میں کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ کیسے حاصل کرسکتا ہوں۔

اکابر کا علمی انہماک

امام شافعیؒ کا علمی شغف:

امام محمدؒ امام شافعیؒ کے استاد بنے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے رات امام محمدؒ کے پاس ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔فرماتے ہیں کہ انہوں نے عشاء کے بعد چراغ کے سامنے کتاب کھولی اور اس میں سے کچھ پڑھا، پھر چراغ بجھا دیا اور لیٹ گئے۔تھوڑی دیر کے بعد اٹھے، چراغ جلایا، پھر کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھے، چراغ جلایا کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے فرماتے ہیں کہ میں ساری رات جاگا اور میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا۔ سترہ مرتبہ کا کیا مطلب؟......اگر آٹھ گھنٹے کی رات ہو تو ہر آدھ گھنٹے بعد چراغ جلایا، اب سوچیے کہ وہ سوئے کہاں؟ دراصل وہ چراغ بجھاتے اس لئے تھے کہ فالتو تیل نہ جلے اور اسراف (فضول خرچی) نہ ہو جائے پھر جب وہ لیٹتے تھے تو وہ نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ غور و خوض اور تدبر و تفکّر کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب صبح اٹھے تو میں نے عرض کیا، حضرت! آپ رات کو سترہ مرتبہ اٹھے تھے، آپ کتنا سوئے ہوں گے؟ تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ میں رات سویا نہیں بلکہ میں نے ایک ہزار مسائل کے جواب تلاش کر لئے ہیں۔اللہ اکبر کبیرا

علم حاصل کرنے کا شوق اس طرح ہونا چاہیئے کہ انسان کو نیند سے زیادہ علم حاصل کرنے میں مزہ آئے، انسان مطالعہ کرے تو ڈوب جائے۔

امام مسلمؒ کا مطالعہ میں استغراق:

امام مسلمؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کوئی حدیث پاک تلاش کر رہے تھے اس وقت انہیں بھوک بھی

لگی ہوئی تھی ساتھ ہی کھجوروں کی ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت مطالعہ کے اندر اس قدر استغراق کی کیفیت تھی کہ پتہ ہی نہ رہا کہ میں کتنی کھجوریں کھا چکا ہوں۔ چنانچہ کھاتے کھاتے جب زیادہ کھا لیں تو اس کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ ان کو علم میں اتنا استغراق نصیب ہوتا تھا کہ انہیں گرد و پیش کی خبر ہی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا علمی انہماک:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عمر کا آخری زمانہ تھا۔ ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ نے درس قرآن کے دوران پانی مانگا ایک طالب علم بھاگ کر ان کے گھر گیا اور کہا کہ شاہ صاحب نے پانی مانگا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سنا تو انہوں نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے، افسوس! میرے خاندان سے علم کا نور اٹھا لیا گیا۔ بیوی نے کہا، جی آپ اتنی جلدی فیصلہ نہ کریں میں ابھی صورتحال معلوم کر لیتی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے گلاس میں پانی ڈالا اور اس میں سرکہ ملا دیا۔ سرکہ کڑوا ہوتا ہے اور پینے میں عجیب ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ طالب علم جب سرکہ ملا پانی لے گیا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے وہ پانی لے کر پی لیا اور درس قرآن دیتے رہے۔ جب درس قرآن سے فارغ ہو کر گھر آئے تو والدہ نے پوچھا، بیٹا! تم نے پانی پی لیا تھا؟ عرض کیا، جی پی لیا تھا۔ والدہ نے پوچھا، وہ پانی کیسا تھا؟ عرض کیا، امی! مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ کیسا تھا۔ اب انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے عرض کیا کہ دیکھئے کہ عبدالعزیزؒ کو پانی کی اتنی شدید پیاس تھی کہ پانی میں سرکہ کا پتہ نہیں چلا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بے ادبی کی وجہ سے نہیں پیا بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے پیا جو عین جائز تھا ورنہ تو درس بھی نہ دے پاتے، اس لئے ہمارے خاندان سے ابھی ادب رخصت نہیں ہوا۔ یہ سن کر شاہ ولی اللہؒ نے اطمینان کا سانس لیا اور

دعا کی، اے اللہ! میرے خاندان میں علم وادب کو ہمیشہ باقی رکھنا۔

آج کے طلباء کی حالت:

آج جب ہمارے طلباء مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی کیا حالت ہوتی ہے؟ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کتاب ان کے سامنے ہوتی ہے اور دل دماغ کہیں اور ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

کتاب کھول کے بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

ان کو کتابوں کے ورق میں بھی کسی کا چہرہ نظر آتا ہے جیسے کوئی آدمی راستہ چلتے ہوئے دوسروں کو سلام کرتا ہے اسی طرح طلباء مطالعہ کے دوران کتاب کے الفاظ سے سلام کرتے ہوئے گزر رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مطالعہ ہو گیا ہے۔ اگر ہم اس طرح مطالعہ کریں گے تو ہمیں پھر علم کا کتنا نور ملے گا؟ حالانکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کتابوں سے علم حاصل کیا جائے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے۔

عزیز طلبا! یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کیجئے جب جماعت میں بیٹھیں تو ہمہ تن متوجہ ہو کر بات سنیں کلاس میں استاد پڑھا رہے ہوتے ہیں اور وہ کھلی آنکھ سوئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک نئی چیز ہے کہ آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور دماغ سویا ہوا ہوتا ہے یہ آجکل کے زمانے کے نئے طلبا کی نئی تحقیق ہے۔ وہ استاد کو بالکل پتہ نہیں چلنے دیتے کہ وہ سو رہے ہیں یا نہیں۔ لیکن وقت چلا جاتا ہے۔ عزیز طلبا! یہ حقیقت میں نفس اور شیطان ہیں جو ہمیں علم سے محروم کرنا چاہتے ہیں وقت کی قدر کریں۔ یاد رکھیں کہ زندگی کا یہ وقت جو آپ کو ملا ہوا ہے یہ زندگی میں دوبارہ آپ کو کبھی نہیں ملے گا

وحدت مطلب:

جب اس طرح ڈوب کر کتاب پڑھیں گے تو پھر علوم و معارف کے موتی سامنے آئیں گے اور انسان کو

صحیح معنوں میں علم کا نور ملے گا۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم شوق و ذوق کے ساتھ علم حاصل کریں۔ ہمیں صبح و شام یہی فکر ہو ادھر ادھر کے خیالات کو ذہن میں ہرگز نہ لائیں۔اس کو کہتے ہیں ''وحدت مطلب''یعنی کہ انسان کو ہر وقت اپنے مقصود کی فکر لگی ہوئی ہو اور یہی چیز اس کے پیش نظر ہو کہ میں نے تو علم حاصل کرنا ہے۔

شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ زمانہ طالبعلمی میں جب دوران سال میرے عزیز و اقارب کے خطوط آتے تھے تو میں ڈر کے مارے وہ خط ہی نہیں پڑھا کرتا تھا بلکہ ان کو مٹکے میں رکھ دیتا تھا سوچتا تھا اگر کوئی خوشی کی خبر ہوگی تو گھر جانے کو دل کرے گا اور اگر کوئی غم کی خبر ہوگی تو پڑھائی میں دل نہیں لگے گا،جس کی وجہ سے میں علم سے محروم ہو جاؤں گا۔میں وہ خطوط جمع کرتا رہتا تھا اور سال کے آخر میں جب میں شعبان کے شروع میں اپنے دارالعلوم کا امتحان دے کر فارغ ہو جاتا تو فارغ ہونے والے دن میں سارے خطوط نکالتا،انہیں پڑھتا اور ان کی فہرست بناتا،خوشی کی خبر والے خطوط کی علیحدہ فہرست اور غمی کی خبر والے خطوط کی علیحدہ فہرست بناتا۔پھر میں اپنے گاؤں آتا،خوشی کی خبر والوں کو میں مبارکباد دیتا اور جن کو غم ملا ہوتا تھا ان کے سامنے تسلّی و تشفّی کے چند الفاظ کہہ دیتا تھا اس طرح لوگ مجھ سے خوش ہو جاتے کہ اس نے سارا سال ہماری بات یاد رکھی،لیکن ان کو کیا پتہ کہ میں نے ان کا خط ہی اسی وقت پڑھا ہوتا تھا۔تو جن حضرات نے دنیا میں عظمتیں پائیں انہوں نے علم حاصل کرنے میں ایسی یکسوئی دکھائی۔مگر آج کے طالب علم کو کتاب کے علاوہ خارجی باتوں کو سننے کا زیادہ شوق ہے چنانچہ جب تکرار کرنے بیٹھتے ہیں تو دو باتیں سبق کی اور تین باتیں باہر کی کرتے ہیں حتیٰ کہ کتاب پڑھتے ہوئے ملکوں کے فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں۔اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو علم سے محروم کرنا چاہتا ہے لہٰذا باتوں میں لگا دیتا ہے۔

اساتذہ کی قدر:

جن اساتذہ سے آپ اب علوم پا رہے ہیں معلوم نہیں کہ یہ اساتذہ بعد میں آپ کو کبھی ملیں گے یا نہیں۔ اس نعمت کی قدر ان سے پوچھیں جن کے اساتذہ رخصت ہو چکے ہیں اور اب ان کو اپنا آپ بے سایہ نظر آتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں۔ ایک دن آپ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے۔اس دوران ان کی نظر حضرت پر پڑی۔ جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں۔ انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے، حضرت! پہلے آپ یہاں تھے۔ جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے اس طرح تو ہم بے سایہ ہو جائیں گے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے بھی انہیں رونے دیا، جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس وقت شیخ الہندؒ نے انہیں تسلّی کی بات کہی اور فرمایا، انور شاہ! ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کیلئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے۔ چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلّی کی باتیں کر کے واپس بھیج دیا۔

جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں

کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کیلئے جا رہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لے کر چلتا۔ چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتویؒ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی۔ لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے گھر گئے، دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی، اماں جی! میں محمود حسن ہوں، اگر حضرت نانوتویؒ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوا دیں۔ چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی، اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں، میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں، اے اللہ! اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرما لینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرما دینا۔ تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے جب دیکھنے کیلئے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔

سچے طالب بنیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ موقع دیا ہوا ہے کہ اپنے اساتذہ کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اساتذہ کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کرنے کیلئے قرآن پاک نے ایک اصول بتا دیا ہے، فرمایا

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ (ق:37) اس قرآن کی باتوں میں ان کیلئے نصیحت ہے جن کے اندر دل ہو۔ بعض اوقات سینے میں دل کی بجائے سِل بھی ہوتی ہے جس پر نصیحت کی باتوں کا بالکل ہی اثر نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق:37) ہمہ تن گوش اور حاضر باش ہو۔ گویا قرآن نے اصول بنا دیا ہے کہ قرآن سنانے والوں سے، درس قرآن دینے والوں کی باتوں سے اور استاد کی باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی باتوں سے اس بندے کو فائدہ ہوتا ہے جس کے دل میں

طلب ہو وہ ہمہ تن گوش ہو اور حاضر باش ہو لہٰذا اگر آپ اپنے اساتذہ کے سامنے ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو علم کے نور سے منور فرما دیں گے۔

ایک عالم اور عام آدمی کی توبہ میں فرق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک عالم کی توبہ پر اس کے چالیس گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں جبکہ عام آدمی کے اسی طرح توبہ کرنے پر صرف ایک گناہ معاف کرتے ہیں۔ محدثین نے اس کی حکمت لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عام آدمی کی مثال سپاہی کی ہے اور عالم کی مثال جرنیل کی ہے ایک سپاہی بیمار ہوتا ہے اور ایک جرنیل بیمار ہوتا ہے تو کس کا صحتمند ہونا زیادہ ضروری ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ جرنیل کا۔ کیونکہ اس نے پورے لشکر کو لڑانا ہوتا ہے اور جرنیل کے بغیر لشکر بے کار ہوتا ہے۔ جس طرح جرنیل بدنی طور پر بیمار ہو جائے تو اس کا صحت مند ہونا پہلے ضروری ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جس وقت حزب اللہ (اللہ کا گروہ) دین کا کام کر رہا ہوتا ہے تو اس میں جرنیل (عالم) کا صحتمند ہونا زیادہ اہم ہوتا ہے...... جیسے خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھتی تھیں تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگایا اور اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرما دی، پھر ان کے ہاتھ جھنڈا دے کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔ لہٰذا جب عام آدمی اللہ رب العزت کے سامنے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک گناہ کو معاف کرتے ہیں جب کہ اتنا ہی استغفار کرنے پر اللہ تعالیٰ ایک عالم کے چالیس گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اللہ کے لاڈلے:

یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔ آپ حضرات اللہ رب العزت کے یقیناً پسندیدہ بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں

فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:32) پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا اپنے بندوں میں سے ان کو جو ہمارے چنے ہوئے بندے تھے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ جو ہمارے لاڈلے تھے۔

یادرکھیں کہ آپ پر اللہ رب العزت کی رحمت کی نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینے کا ارادہ کر چکے ہیں اور اب لینا آپ کا کام ہے طلب جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی بڑی جھولی پھیلی ہوگی اور جو جتنی بڑی جھولی پھیلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی عطا فرمائیں گے۔ وہ دینے والا بڑا کریم ہے۔ آپ کی طلب برتن کی مانند ہے اگر علم کی عام سی طلب ہے تو پھر اتنا ہی برتن بھرا جائے گا اور اگر علم کی طلب دل میں اتر چکی ہے اور ہر وقت اسی کی فکر رہتی ہے تو پھر برتن بھی بڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ طلب کے برتن بھر دیں گے اور علم کے نور سے مالا مال فرما دیں گے۔

علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے علم حاصل کرنا ہے اس سے بھی درجات ملتے ہیں لیکن ایک آیت اور پڑھی تھی جس کا تعلّق عمل کے ساتھ تھا۔ اس علم کو عمل کے سانچے میں ڈھال لینا ہے یعنی جو پڑھنا ہے ساتھ ہی اس پر عمل کرنا ہے اگر علم پر عمل کرتے رہیں گے تو پھر علم ہمیشہ کیلئے آپ کے سینے میں جگہ پا لے گا۔ یاد رکھنا کہ علم عمل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اگر کھل جائے تو باقی رہتا ہے ورنہ ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جاتا ہے۔

اکابر کا علم پر عمل:

ہمارے اکابرین علمائے دیوبند علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ لیکن انہوں نے جو کچھ علم حاصل کیا اس کے ایک ایک جزو کو اپنے اوپر لاگو کر کے دکھا دیا۔ وہ سنت نبوی کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ ان کا سنت پر عمل

اور شریعت پر استقامت کے عجیب وغریب واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

☆ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی ناکام ہوگئی تو انگریزوں نے علمائے کرام کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کیا۔اسی سلسلہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہوگئے۔احباب نے باہم مشورہ کر کے حضرت کو ایک گھر میں چھپا دیا۔حضرت تین دن تو روپوش رہے لیکن تین دن بعد زبردستی وہاں سے نکل آئے۔احباب نے بہت زور لگایا کہ ابھی حالات درست نہیں ہیں باہر آنا آپ کے لئے خطرناک ہے۔لیکن آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی زندگی میں تین دن ہی غار ثور میں چھپے تھے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اس سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔سبحان اللہ

☆ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے سنت پر عمل کے واقعات بے شمار ہیں۔خاص طور پر ان کا آخری رات تہجّد کی نماز کی کیفیت عجیب ہوتی تھی۔تہجّد میں عموماً دو پارے تلاوت کرتے تھے اور قرات کے دوران اس قدر خشوع اور اتنا گریہ طاری ہوتا کہ سینے سے کھولتے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی احادیث میں یہی لکھا ہے کہ آپ نماز ایسی پڑھتے تھے کہ آپ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی سی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔لہٰذا آپ کی نماز میں اسی سنت کی اتباع ملتی ہے۔نماز کے بعد آپ استغفار پڑھتے اور دعا مانگتے تو روتے اور اس طرح سسکیاں اور ہچکیاں لیتے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

☆ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج کیلئے تشریف لے گئے۔اس زمانے میں مملکت عرب میں سفر عموماً اونٹوں پر ہوتا تھا۔سفر کی رہنمائی اور انتظامات کے سلسلے میں جیسے آج کل معلّم ہوتے ہیں اس زمانے ان کو مطوّف کہتے تھے۔آپ نے اپنے مطوف سے

پہلے ہی طے کر لیا کہ ہم نے حج کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہے لہٰذا تم کوئی ایسی ترتیب نہ بنانا جو سنت کے مطابق نہ ہو۔

منیٰ میں قیام کے دوران صبح صادق سے پہلے ہی مطوف آیا اور شور مچا دیا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لئے ابھی نکلنا ہے۔ اونٹ والوں نے بھی جلدی جلدی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ حضرت سہارنپوریؒ دو خیموں کے بیچ میں تہجّد کی نماز میں مصروف قرأت قرآن سے شغل فرما رہے تھے۔ کیا مجال ہے کہ ان کے معمول پر ذرا برابر بھی فرق پڑا ہو۔ طویل قیام اور تعدیل ارکان کے ساتھ تسلّی سے اپنی نماز مکمّل کی۔ سلام پھیرنے کے بعد مطوف کی طرف متوجہ ہوئے اور غصے سے فرمایا تم نے تو وعدہ کر رکھا تھا کہ سنت کے خلاف کسی کام کیلئے نہ کہو گے پھر طلوع آفتاب سے پہلے چلنے کیلئے کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ کہنے لگا میں کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے۔ اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج فوت ہو جائے گا لہٰذا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا تو اچھی بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ فرمایا ہم نے تمہیں مطوّف مانا ہے کوئی استاد اور پیر تو نہیں بنا لیا۔ جاؤ اپنا کام کرو ہم تو سورج نکلنے سے ایک منٹ پہلے نہیں اٹھیں گے۔ ہم اپنا مال اور اور وقت صرف کر کے اتنی صعوبتوں بھرا سفر کر کے آتے ہیں تا کہ سنت کے مطابق حج ادا کریں۔ تمہارے جمالوں (اونٹ والے) کے غلام بننے نہیں آتے۔ جمالوں کو اپنے اونٹوں پر اختیار ہے وہ ان کو لے جائیں۔ ہمارے اوپر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں۔ تم نے بے وقت شور مچا کر ہمیں پریشان کیا اور نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھنے دی لہٰذا ہم تمہیں بھی آزاد کرتے ہیں تم اپنے دوسرے حاجیوں کو لے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ہم کوئی لولے لنجے نہیں عرفات کوئی اتنا دور نہیں ہے ہم پیدل ہی انشاء اللہ سفر کر لیں گے لیکن سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔

تو یہ ہمارے اکابر علمائے دیوبند کی شان تھی کہ کسی حال میں بھی سنت کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے

تھے۔ جب دل میں یہ جذبہ ہوگا کہ ہم نے جو علم حاصل کرنا ہے اس پر عمل کرنا ہے اور اپنی زندگی میں سنتوں پر عمل کرنا ہے تو اللہ رب العزت علم کا نور آپ کے سینہ میں ہمیشہ کیلئے عطا فرما دیں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ عمل کریں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کریں دنیا کی شہرت کیلئے نہ کریں۔ رب کریم اپنی رضا کیلئے ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک چھوٹی بچی کی نصیحت:

یہ بات یاد رکھیں کہ علماء کیلئے احتیاط کی زندگی گزارنا زیادہ اہم ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی بچی نے نصیحت کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ کسی نے پوچھا، حضرت! کونسی نصیحت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کا موسم تھا میں نماز پڑھنے کیلئے مسجد جا رہا تھا، راستے میں پھسلن تھی سامنے سے ایک چھوٹی سی بچی آرہی تھی، گزرتے ہوئے میں نے اس بچی سے کہا، ذرا احتیاط کرنا کہ کہیں پھسل نہ جانا۔ اس نے آگے سے جواب دیا، حضرت! میں تو احتیاط کروں گی ہی سہی مگر آپ بھی احتیاط کر لینا، کیونکہ اگر میں پھسلی تو میری ذات کو نقصان ہوگا اور اگر آپ پھسل گئے تو پھر امت کا کیا بنے گا؟۔ ہمارے لئے بھی یہ بات ایک نصیحت ہے آپ حضرات استقامت کے ساتھ شریعت و سنت پر عمل کریں، اللہ رب العزت اس علم و عمل کے صدقے دنیا و آخرت میں آپ کو عزتیں عطا فرمائیں گے۔

پروردگار عالم آپ سب حضرات کا یہاں آنا اور علم کیلئے کوشش کرنا قبول فرمالے اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمالے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ